التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الآیات الشرعیہ (تجزیاتی مطالعہ)

عبدالعلی اچکزئی*

اس تفسیر کے لکھنے والے شیخ احمد بن ابوسعید ہے، جو ملا جیون کے نام سے مشہور ہوئے ہیں۔ ملاجیون فقیہ، محدث، اصولی، جامع معقول ومنقول اوراورنگ زیب عالمگیر کے استاداور صاحب فتویٰ تھے۔ آپ کا نسب حضرت ابوبکر صدیق ؓ خلیفہ اول تک پہنچتا ہے۔ آپ پیر کے دن ۲۵ شعبان المعظم ۱۰۴۷ھ کو قصبہ امیٹھی میں جو مضافات لکھنو میں سے ہے، پیدا ہوئے، جب عمر چار سال کی ہوگئی، تو قرآن کریم کو حفظ کرنا شروع کیا۔ سات سال ہی کے تھے کہ قرآن کریم کے حفظ سے فارغ ہوگئے۔ حفظ قرآن کے بعد دیگر علوم کی طرف توجہ کی اوراس زمانے کی مروّجہ درسی کتب کی تعلیم شیخ محمد صادق ترکھی سے حاصل کی، بعض کتابیں مولانا لطیف اللہ گوردی سے پڑھیں۔ بائیس سال کی عمر میں علوم درسیہ سے فراغت حاصل کرلی، تحصیل علم کے بعد اپنے وطن امیٹھی آکر درس وتدریس میں مشغول ہوگئے۔ ملاجیون کا قوت حافظہ حیرت انگیز تھا، مؤرخین کا کہنا ہے کہ تمام درسی کتب آپ کو حفظ تھیں۔

ملاجیون نے پچپن سال کی عمر میں حرمین شریفین کی زیارت کا قصد کیا اور وہاں تشریف لے جاکر تقریباً پانچ سال قیام پذیر رہے، یہاں پہ آپ نے بہت سے علماء سے ملاقات کی اور علوم دینیہ میں ان سے فیض حاصل کیا۔ یہ علمی چراغ ۹ ذی القعدہ، منگل کے روز ۱۱۳۰ھ کو ہمیشہ کے لئے گُل ہوگیا۔

ملاجیون نے جن علمی موضوعات پر کتابیں لکھی ہیں، وہ تفسیر قرآن، اصول فقہ، تصوف اور شاعری جیسے بلند مرتبت مضامین ہیں اوراس سلسلے میں درج ذیل تصانیف کے نام ملتے ہیں۔

۱۔	التفسیرات الاحمدیہ فی بیان آیات الشرعیہ	۲۔	نورالانوار شرح منارالانوار
۳۔	مناقب الاولیاء	۴۔	الاداب الاحمدیہ
۵۔	السوانح	۶۔	مجموعہ خطبات(۱)

مذکورہ تصانیف میں سے زیادہ شہرت آپ کی تفسیر ''التفسیرات الاحمدیہ'' اوراصول فقہ کی کتاب ''نورالانوار'' کو حاصل ہوئی۔

التفسیرات الاحمدیہ ایک ایسی تصنیف ہے کہ جس میں تقریباً پانچ سو آیات جو کہ احکام سے متعلق ہیں، ان کو نہ صرف یکجا کردیا گیا ہے، بلکہ ان کی تشریح وتوضیح حنفی نقطہ نظر سے کی گئی ہے، اپنی جامعیت، وسعت سلاست اور موضوع کے لحاظ سے یہ کتاب صحیح معنوں میں برصغیر میں پہلی کتاب ہے، کیونکہ برصغیر پاک وہند میں اس سے قبل اوراس کے بعد بہت سی تفسیریں لکھی

*ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، بلوچستان یونیورسٹی کوئٹہ، پاکستان

گئیں،لیکن ان میں وہ بات نہ تھی جو اس کتاب میں موجود ہے۔ملا جیون کی اس تصنیف کی اہم بات یہ ہے کہ موصوف کے زمانہ طالب علمی کی یہ تصنیف ہے۔اپنی درسی مصروفیات کو جاری رکھتے ہوئے تقریباً چھ سال کے قلیل عرصے میں آپ نے اس کو مکمل کیا ہے،چنانچہ کتاب کے آخر پر خود فرماتے ہیں:

قد شرعت فی تسوید تفسیر الأیات الشرعیه فی البلدة الطیبة امیتھی حین قرأت الحسامی بسنة الف واربعة وستین وسنی یومئذ ستة عشرة سنة وفرغت عنه سنةالف وتسعة وستین فی البلدة المبارکة المذکورة حین قرأت شرح مطالع الانوار وسنی یو معذ احدی وعشرون سنة۔(۲)

''میں نے اس کتاب یعنی تفسیر الآیات الشرعیہ کی تصنیف کا کام امیٹھی میں اپنی عمر کے سولہویں برس میں شروع کیا،جبکہ میں حسامی پڑھا کرتا تھا اور یہ ۱۰۶۴ھ کا واقعہ ہے اور امیٹھی ہی میں میں نے ۱۰۶۹ھ میں اس کتاب کو مکمل کرلیا،جب میں شرح مطالع الانوار پڑھتا تھا اور اس وقت میری عمر اکیسویں برس میں تھی''

اپنی تفسیر کی وجہ تالیف اور اس کے اسلوب تفسیر کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

''میں نے بہت پہلے بزرگوں کی زبان سے سنا تھا کہ امام غزالیؒ جو اسلام کے اجل علماء میں سے تھے،انہوں نے حسب استطاعت قرآن کریم کی آیات احکام جمع کی تھیں اور یہ آیات بغیر کمی بیشی کے پانچ سو کی تعداد تک پہنچ گئی تھیں۔میں عرصہ تک ان کی تلاش میں رہا،مختلف کتب مطالعہ کیں اور علماء کے اصول پر مدوّن بہت سی کتب دیکھیں،جن میں یہ قصہ لکھا ہوا دیکھا۔پس جب میرا ایمان پختہ ہوگیا اور دل یقین سے بھر گیا،تو میں نے ان آیات کی مزید جستجو وتلاش شروع کردی،لیکن افسوس مجھے اس کوشش میں نہ تو کامیابی ہوئی اور نہ ہی ان آیات کا کہیں سراغ ملا۔پھر مجھے الہامی زبان سے یہ حکم دیا گیا کہ میں ہی اللہ تعالیٰ کی مدد وتوفیق سے ان آیات کا استنباط اور طریقہ ہدایت سے ان کا استخراج کردوں۔پس میں نے قرآنی ترتیب سے وہ تمام آیات جن سے احکام فقہ،قواعد اور مسائل کلامیہ کا استنباط ہوسکتا ہے،اخذ کیں،پھر میں نے احسن طریقے سے ان کی تفسیر وتشریح بیان کی۔''(۳)

اسی طرح ملا جیونؒ اپنی تفسیر سے متعلق وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں نے قرآن کریم کی صرف ان ہی آیات کا انتخاب کیا ہے،جن میں صراحتاً یا کنایۃً کسی نہ کسی مسئلہ کی طرف اشارہ موجود تھا اور آیات قصص وامثال میں سے بھی وہی منتخب کیں،جن میں کسی نہ کسی صورت میں کوئی شرعی مسئلہ پوشیدہ تھا۔باقی کو نہ چھیڑا،کیوں کہ اگر ان آیات امثال وقصص کی باقی تفسیر بھی بیان کرتا،تو اس کے لئے ایک طویل مدت درکار تھی۔(۴)

اس کتاب کی تصنیف میں مصنف نے جن تفسیری،فقہی اور اصولی کتب کو بنیاد بنایا ہے،ان کی وضاحت مصنف نے خود مقدمۃ الکتاب میں کردی ہے،وہ لکھتے ہیں:

''اپنی مدد کے لئے میں نے علماءفحول کی متداول نیز علماء وصلحاء امت میں مشہور ومعروف درج ذیل کتابیں جو مختلف فنون وشعب پر محیط تھیں جمع کیں۔تفسیروں میں انوار التنزیل ،مدارک التاویل ،الاتقان فی علوم القرآن،شیخ الرئیس اموی المعروف بہ ظہیر الشرعیۃ الغوری کی تفسیر،شیخ الکبیر العلی الحسین واعظ کاشفی کی تفسیر ،تفسیر شیخ اجل علامہ زاہد،تفسیر کشاف جاراللہ زمخشری کا انتخاب کیا۔کتب فقہ میں شرح الوقایہ الروایہ مع حواشی ،ہدایہ مع شروح وحواشی اور فتاویٰ حمادیہ فی مسائل فقہیہ منتخب کیں۔کتب اصول میں امام اجل فخر الاسلام العلی البزدوی مع کشف اور شرح شیخ الہداد بہاری۔اور فروع میں کلام شیخ الحسام اور امام الفہام حافظ الدین بخاری کی تصنیف اور کتاب التوضیح اور اس کی شرح التلویح اور مختصر اصول ابن حاجب ،ان کے ساتھ ساتھ اس کی مشرق ومغرب میں مشہور شرح کا انتخاب کیا۔کتب الکلام میں شرح العقائد علامہ سعد الدین تفتازانی مع حاشیہ مولی الخیالی اور اسی طرح شرح الشریف سید السند علی المواقف المشہور بہ قاضی عضد الدین۔اس کے علاوہ کتب سیر ومحدثین کرام کے مشہور ومعروف تذکرے جو انہوں نے اس فن میں تصنیف کئے تھے جمع کر لئے''.(۵)

فاضل مفسر نے اپنی تفسیر میں قرآن حکیم کے صرف ۵۹ سورتوں سے احکام کی آیات کو منتخب کیا ہے اور ان آیات سے مسائل کا استنباط کیا ہے،اسی طرح انہوں نے تقریباً ۲۸۰ مسائل بیان کئے ہیں۔یہ مسائل جن سورتوں میں مذکور ہیں،ان میں سے سورۃ البقرہ میں ۴۵،سورۃ النساء میں ۴۰،سورۃ المائدہ میں ۱۷،سورۃ الانعام میں ۱۰،سورۃ الاعراف میں ۸،سورۃ الانفال میں ۱۱،سورۃ براءۃ میں ۱۷،سورۃ النحل میں ۸،سورۃ النور میں ۱۳،سورۃ الاحزاب میں ۱۰،سورۃ الفتح میں ۶،سورۃ الطلاق میں ۷ مسائل بیان ہوئے ہیں،جبکہ دیگر سورتوں میں ایک سے ۵ تک مسائل بیان کئے گئے ہیں۔(۶)

ان مسائل کا جائزہ لینے کے بعد یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ملاجیون نے اپنی تفسیر میں تین قسم کے مسائل کا استنباط کیا ہے،اولاً فقہی مسائل،دوسرے قواعد اصولیہ اور تیسرے کلامی مسائل۔فقہی مسائل کے بارے میں ملاجیون کا طریقہ کار یہ ہے کہ وہ کسی آیت سے جب کسی مسئلہ کا استنباط کرتے ہیں تو اس مسئلہ کے ضمن میں دیگر متعلقہ مسائل کا بیان بھی کرتے ہیں،مثلاً آیت

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَاللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا﴾(۷)

کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"والمقصود من ذكر الآية انها تدل علىٰ ان هدم المساجد وتخريبها ممنوع و كذا المنع عن الصلوٰة والعبادة وان كان مملوكاً للمانع۔"(۸)

''اس آیت کے ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مساجد کو گرانا حرام ہے اور ان کا برباد کرنا ممنوع ہے اور اسی طرح ان میں عبادات اور نماز سے روکنا منع ہے،خواہ مسجد روکنے والے کی ملکیت ہی کیوں نہ ہو۔''

اس مسئلہ کو بیان کرنے کے بعد فاضل مفسر نے درج ذیل متعلقہ مسائل بھی بیان کئے ہیں:

۱۔ حاوی میں منقول ہے کہ ابوالقاسم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو کسی مسجد کو گرا کر زیادہ مضبوطی سے تعمیر کرنا چاہتا ہو، تو ابوالقاسم نے جواب دیا کہ اسے ایسا کرنے کا اختیار نہیں، مگر صرف اس صورت میں ایسا کر سکتا ہے کہ مسجد اتنی بوسیدہ ہو چکی ہو کہ اسے اس کے گر جانے کا خوف ہو۔

۲۔ فتاویٰ قنیہ میں ہے کہ اگر کسی مسجد کے مسلمانوں کو ضرورت نہ رہے اور وہ اس میں نماز پڑھنا چھوڑ دیں اور مسجد کا ماحول اجاڑ ہو جائے، تو وہ مسجد اپنے مالک کی ملکیت میں واپس چلی جائے گی اگر وہ زندہ ہو اور اگر مر گیا ہے تو وارثوں کے ملک میں چلی جائے گی۔ یہ امام ابوحنیفہؒ اور محمدؒ کا قول ہے، لیکن امام ابویوسفؒ فرماتے ہیں وہ ہمیشہ مسجد رہے گی۔(۹)

ملاجیون فقہی مسائل بیان کرتے ہوئے قرآن حکیم کی دیگر آیات سے بھی استدلال کرتے ہیں، نیز وہ ان مسائل کے بارے میں منقول احادیث نبوی ﷺ، آثار صحابہؓ مفسرین کے اقوال اور ائمہ کرام کی فقہی آراء بھی نقل کرتے ہیں۔ جیسا کہ آیت:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ق وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا أُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ﴾ (۱۰)

کی تفسیر کرتے ہوئے آپ نے موسیقی کی حرمت وحلت پر روشنی ڈالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ موسیقی کا مسئلہ اختلافی مسائل میں سے بہت ہی اہم اختلافی مسئلہ ہے۔ بعض آیات اور احادیث سے صرف ایسے گانے کا مباح ہونا معلوم ہوتا ہے جسے آج کل قوالی اور سماع کہتے ہیں اور بعض آیات واحادیث سے اس کی حرمت معلوم ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں علماء کے اقوال اور صلحاء کی آراء بکثرت منقول ہیں۔ یہاں پر فاضل مصنف نے سب سے پہلے موسیقی کی حرمت پر آیت مذکورہ کے علاوہ قرآن حکیم سے دو مزید آیات پیش کئے ہیں۔ اسی طرح موسیقی کی حرمت پر احادیث کو بھی پیش کیا ہے۔ دوسری طرف گانے کی اباحت پر بھی قرآن حکیم سے تین آیات اور ذخیرہ احادیث سے چار احادیث پیش کئے ہیں، اس کے بعد آپ لکھتے ہیں:

''اب ایک طرف ایسی احادیث وآیات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیقی حرام ہے اور دوسری طرف ایسی آیات واحادیث ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ گانا مباح ہے۔ اس طرح بظاہر ان ہر دو اقسام میں تعارض ہے اور اصول کا قاعدہ ہے کہ جب مباح کرنے والی اور حرام ٹھہرانے والی احادیث میں تعارض ہو تو حرام ٹھہرانے والی احادیث پر عمل کرنا اولیٰ ہے۔ اسی طرح جب دو احادیث میں تعارض ہو تو پھر اسے صحابہ کرامؓ کے اقوال کی روشنی میں حل کیا جاتا ہے اور زیر بحث مسئلہ میں صحابہؓ کے اقوال سے موسیقی کا مطلقاً حرام ہونا ثابت ہوتا ہے۔''(۱۱)

اس کے بعد آپ نے تفصیل سے صحابہ کرامؓ، تابعین، ائمہ اربعہ اور دیگر مجتہدین کے اقوال پیش کئے ہیں، جن سے وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ موسیقی مطلقاً حرام ہے اور آخر میں یہ بھی لکھتے ہیں:

"واما رسمه اهل زماننا من انهم يهيئون المجالس ويرتكبون فيها بالشرب والفواحش

ویجمعون الفساق والامارد ویطلبون المغنین والطوائف ویسمعون منھم الغناء ویتلذذون بھا کثیراً من الھواء النفسانیة والخرافات الشیطانیة ویحمدون علی المغنین باعطاء النعم العظیم ویشکرون علیھم بالاحسان العمیم فلا شك ان ذلك ذنب کبیر واستحلا لہ کفر قطعاً ویقیناً لانہ عین لھوالحدیث فی شانھم ۔"(۱۲)

''لیکن آج کل عام طور پر جوگانا بجانا ہو رہا ہے، اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور اس مقصد کے لئے جو محافل آراستہ کی جاتی ہیں، جن میں طرح طرح کے فواحش ومنکرات کا ارتکاب ہوتا ہے اور ہر قسم کے فاسق وفاجر جمع ہوتے ہیں اور قوالوں وطوائفوں کو بلا کران سے گانے سنے جاتے ہیں اور اس سے مقصود محض حظ نفس اور خواہشات کا اتباع ہوتا ہے۔ پھر طوائفوں کو انعام واکرام سے نوازا جاتا ہے، تو اس کے گناہ کبیرہ ہونے میں کوئی شک نہیں اور اسے حلال سمجھنا اور جائز قرار دینا یقیناً کفر ہے، کیونکہ یہ لہوالحدیث ہے۔''

ملا جیون اکثر مقامات پر قرآنی آیات تحریر کرنے کے بعد ان کا شان نزول بھی بیان کرتے ہیں، مثلاً آیت:

﴿وَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تُقۡسِطُوۡا فِی الۡیَتٰمٰی فَانۡکِحُوۡا مَاطَابَ لَکُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ مَثۡنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾(۱۳)

کے شان نزول میں متعدد روایات نقل کرتے ہیں:

''ایک روایت یہ ہے کہ آیت یتامیٰ کے نازل ہونے کے بعد اہل عرب اموال یتامیٰ میں تو حرج محسوس کرتے تھے، لیکن زنا میں کوئی حرج محسوس نہ کرتے تھے تو ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تمہیں یتامیٰ کے حق میں ناانصافی کا خوف ہے تو زنا کے بارے میں بھی خوف کیا کرو، پس جو عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں ان سے نکاح کرو اور زنا کا ارتکاب نہ کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ کسی شخص کو اگر کوئی صاحب مال وجمال یتیم بچی مل جاتی تو وہ اس سے نکاح کر لیتا اور بعض اوقات ایک شخص کے پاس ایسی دس دس بیویاں جمع ہو جاتیں، تو اس امر کا اندیشہ لابدی ہو جاتا کہ وہ ان کے ضعف کی بناء پر ان سے یکساں سلوک نہ کرے گا اور ان کے حقوق پورے پورے ادا نہ کرے گا، تو یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر تم یتیم نابالغ بیویوں کے بارے میں اندیشہ کرو کہ قلت رغبت، قصور شہوت اور نقصان عقل کے باعث ان سے انصاف نہیں کر سکو گے، تو پھر کمال شہوت، کمال رغبت اور کمال عقل والی بالغ عورتوں سے نکاح کرو۔ ایک روایت یہ ہے کہ اہل عرب اموال یتامیٰ کے بارے میں حرج محسوس کرتے تھے، لیکن باوجود ناانصافی کے کثرت ازواج میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے، تو انہیں کہا گیا کہ اگر تم یتامیٰ کے اموال میں اندیشہ وخوف محسوس کرتے ہو تو بکثرت ازواج میں بھی حرج محسوس کرو، کیونکہ اس میں بہت ظلم ہوتا ہے، لہذا اپنی پسندیدہ عورتوں میں سے دو دو، تین تین یا چار سے نکاح کر سکتے ہو، زیادہ سے نہیں۔''(۱۴)

ملا جیون ایک حنفی فقیہ ہیں، یہی وجہ ہے کہ قرآنی احکام بیان کرتے ہوئے جا بجا حنفی آراء کو ترجیح دیتے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ کی آراء سے مخالف اقوال کا تردید کرتے ہیں، ان کا سلوب یہ ہے کہ وہ زیر بحث مسئلے میں دیگر فقہاء کی آراء اور دلائل بیان

کرتے ہیں اور اس کے بعد فقہ حنفی کا دفاع کرتے ہیں اور اس دفاع میں وہ قرآن وسنت، اجماع، قیاس سبھی سے استدلال کرتے ہیں۔ مثلاً آیت:

﴿مَانَنۡسَخۡ مِنۡ اٰیَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَیۡرٍ مِّنۡهَاۤ اَوۡ مِثۡلِهَا﴾(۱۵)

کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ بات طے شدہ ہے کہ قیاس کسی حکم کا ناسخ نہیں ہوسکتا، اسی طرح اکثر فقہاء کے نزدیک اجماع بھی کسی حکم کا ناسخ نہیں ہوسکتا۔ قرآن کی ناسخ قرآن ہی کی کوئی آیت ہوسکتی ہے، نیز حدیث بھی قرآن کی ناسخ ہوسکتی ہے۔ اسی طرح حدیث کی ناسخ حدیث یا قرآن کی کوئی آیت ہوسکتی ہے، لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک قرآن کی آیت کی ناسخ قرآن کی آیت ہوسکتی ہے حدیث نہیں۔ اسی طرح حدیث کی ناسخ دوسری حدیث ہوسکتی ہے قرآن نہیں۔ امام شافعیؒ اپنے اصول کی یہ دلیل دیتے ہیں کہ اگر ہم یہ کہیں کہ حدیث قرآن کی کسی آیت کی ناسخ ہوسکتی ہے تو منکرین اور مجادلین کہیں گے کہ جب رسول کریم ﷺ خود اللہ تعالیٰ کی تکذیب کررہے ہیں تو ہم رسول ﷺ کے کہنے سے اللہ تعالیٰ پر کیسے ایمان لائیں۔ اسی طرح اگر ہم یہ کہیں کہ قرآن حدیث کا ناسخ ہوسکتا ہے تو معترضین کہیں گے کہ جب اللہ تعالیٰ خود رسول ﷺ کی تکذیب کررہا ہے تو ہم اس کے دعویٰ نبوت کو کیسے تسلیم کریں۔ ہمارا جواب یہ ہے کہ نسخ فی الواقع کوئی تبدیلی نہیں بلکہ بیان محض ہے، لہٰذا جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کے کسی حکم کی انتہاء کو بیان کردے یا رسول ﷺ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی انتہاء کو بیان کردے۔ باقی رہے اعتراضات تو وہ متفقہ امور میں بھی موجود ہیں۔ ایک اور اعتراض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آیت مذکورہ میں فرماتے ہیں کہ ہم اس سے بہتر یا ویسی ہی آیت لے آتے ہیں، اس کا اقتضاء یہ ہے کہ حدیث قرآن کی ناسخ نہ ہو، کیونکہ حدیث نہ تو قرآن سے بہتر ہوگی اور نہ ہی قرآن کی مثل۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خیر و مثل سے یہ مراد نہیں کہ ناسخ لفظاً خیر و مثل ہو، بلکہ ناسخ نفع وثواب کے لحاظ سے خیر و مثل ہوگا اور یہ جائز ہے کہ حدیث نفع وثواب میں قرآن کی مثل ہو یا قرآن سے بہتر ہو جو قرآن کا بدل ہے۔ یہاں ایک اعتراض یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نسخ بغیر بدل کے جائز نہ ہوگا اور اسی طرح پہلے حکم سے سخت حکم بھی پہلے حکم کا ناسخ نہ ہوگا، کیونکہ اس آیت کا اقتضاء یہ ہے کہ ناسخ منسوخ کے برابر ہوگا یا اس سے بھی ہلکا ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ نسخ بغیر بدل کے بھی ہوسکتا ہے اور پہلے حکم سے سخت حکم بھی پہلے حکم کا ناسخ ہوسکتا ہے، کیونکہ ایسا ہوسکتا ہے کہ کسی حکم کا سرے سے معدوم ہوجانا یا پہلے سے سخت ہوجانا نفع وثواب میں بہتر ہو۔''(۱۶)

ملا احمد جیون فقہاء کے بیان کردہ کلیات کو بھی قرآن حکیم سے ثابت کرتے ہیں۔ مثلاً یہ کلیہ کہ ''الاصل فی الاشیاء الاباحة'' اسے قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ سے ثابت کرتے ہیں:

﴿هُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَکُمۡ مَّافِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا﴾(۱۷)

جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

"ففی الآیة دلیل علی ان کون الاباحة اصلاً فی الاشیاء صرح به صاحب الکشاف حیث قال قد استدل بقوله تعالیٰ خَلَقَ لَكُمْ عَلیٰ ان الاشیاء التی یصلح ان ینتفع بها ولم تجر مجری المحظورات فی العقل خلقت فی الاصل مباحة مطلقا لکل احد ان یتناولها وینتفع بها"(۱۸)

''اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ اصل میں ہر شئے مباح ہے، جیسا کہ صاحب الکشاف نے بھی واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول خَلَقَ لَكُم اس بات کی دلیل ہے کہ ہر قابل نفع چیز جو عقلاً ممنوعات کے زمرے میں نہیں آتی، دراصل مباح ہے، ہر ایک اسے حاصل کر کے اس سے نفع اٹھا سکتا ہے۔''

ملاجیون اپنی تفسیر میں کلامی مباحث بھی بیان کرتے ہیں اور قرآنی آیات سے استدلال کرتے ہیں۔ مثلاً سورۃ زمر کی ان آیات:

﴿ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ج ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ٥ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾(۱۹)

سے وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ صاحب صور اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے قیامت قائم ہونے کا انتظار کر رہے ہیں، جب آپ کو حکم ملے گا تو وہ صور پھونکیں گے تو اس وقت زمین و آسمان کی تمام مخلوق سب مر جائیں گے، صرف چند ایک فرشتے باقی رہیں گے۔ چالیس سال کے بعد اسرافیل علیہ السلام کو دوبارہ نفخہ صور کا حکم ہوگا، اس سے تمام مخلوق از سر نو زندہ ہو جائے گی۔ اسی طرح ان آیات سے وہ یہ بھی ثابت کرتے ہیں کہ میزان برحق ہے جو قیامت کے دن قائم ہوگی، جس کے ایک پلڑے میں نیکیاں اور دوسرے میں برائیاں رکھ کر تولی جائیں گی۔(۲۰) اسی طرح سورۃ مریم کی آیات:

﴿وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا٥ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا﴾(۲۱)

سے وہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ پل صراط اور اس پر گزرنا حق ہے، جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

"یستدل بها علیٰ ان جواز الصراط حق وان ورود کلهم علیٰ جهنم بسبب ورودهم علی الصراط لانها جسر ممدودة الیٰ متن جهنم" (۲۲)

ملاجیون اپنی تفسیر میں اجماع اور خبر واحد کی حجیت کئی آیات سے ثابت کرتے ہیں، مثلاً اجماع کی حجیت سورۃ البقرہ کی آیت:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾(۲۳)

سے ثابت کرتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

"والمقصود من الآیة فی هذا لمقام انه قد استدل الشیخ ابو المنصور الما تریدی بالآیة علی ان الاجماع حجة لان الله تعالیٰ وصف هذه الامة بالعدالة والعدل هو المستحق بقبول قوله فاذا اجمعو علی شی ءٍ وشهدوا به لزم قبوله۔"(۲۴)

''یہاں یہ آیت ذکر کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ شیخ ابو منصور ماتریدی نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ اس امت کا اجماع حجت ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عدل وعدالت سے متصف فرمایا ہے، لہٰذا لازم ہے کہ یہ لوگ جو کسی بات پر اتفاق کر لیں اور اس کی گواہی دیں تو اسے ضرور قبول کیا جائے۔''

اسی طرح سورۃ النساء کی آیت

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ط وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ (۲۵)

کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ کتاب وسنت کی طرح اجماع بھی حجت ہے۔ اہل اصول ومفسرین دونوں کا اسی پر اتفاق ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے راستہ کی خلاف ورزی کو رسول اللہ ﷺ کی خلاف ورزی قرار دیا ہے(۲۶)

خبر واحد کی حجیت سورۃ آل عمران کی اس آیت:

﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ط فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ﴾ (۲۷)

سے ثابت کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

"وبالجملة اوجب على العلماء التعليم وعلى العامى العمل بمقتضاة فدل على ان خبر الواحد حجة فى حق العمل"(۲۸)

''اللہ تعالیٰ نے علماء پر علم سکھانا اور عوام پر اس کے مطابق عمل کرنا واجب قرار دیا ہے، یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ خبر واحد عمل کے حق میں حجت ہے۔'' اسی طرح سورہ براءۃ کی آیت:

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ط فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾ (۲۹)

کی تفسیر میں لکھتے ہیں

''اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دین کا علم حاصل کرنا اور اس میں سمجھ بوجھ پیدا کرنا فرض کفایہ ہے، نیز یہ کہ خبر واحد واجب العمل ہے، کیونکہ طائفہ کا اطلاق ایک یا ایک سے زائد افراد دونوں پر ہوتا ہے اور اس ایک آدمی کا کام یہ ہے کہ دین میں سمجھ حاصل کر کے اپنی قوم کو تبلیغ کرے اور قوم کا یہ فرض ہے کہ اس ایک شخص کی بات سن کر اس پر عمل کریں۔'' (۳۰)

اجماع اور خبر واحد کی طرح فاضل مصنف قیاس کو بھی حجت سمجھتے ہیں، سورۃ الحشر کی آیت:

﴿فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِى الْاَبْصَارِ﴾ (۳۱)

''سوائے آنکھوں والو! اس سے عبرت حاصل کرو۔'' کی تفسیر میں وہ لکھتے ہیں:

" فالله تعالىٰ امرنا بالاعتبار وهو التامل فى المثلات المذكورة والقياس نظير بعينه لان الشرع شرع احكاما بمعان اشار اليها كما انزل مثلات باسباب قصها وحينئذٍ يكون اثبات حجة القياس عقليا اى ثابتاً بدلالة النص المشابه للقياس لاثابتاً بعين القياس والا يلزم الدور"(۳۲)

''اللہ تعالیٰ نے ہمیں غور وفکر اور تدبر کا حکم دیا ہے کہ ہم ان واقعات کا تجزیہ کریں، قیاس بعینہ اسی کی نظیر ہے، شریعت نے کچھ اسباب کی بناء پر کچھ احکام صادر کئے ہیں اور ان اسباب وعلل کی طرف اشارہ کیا ہے اور کہیں انہیں وضاحت سے بیان کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے اسباب وعلل کی طرف اشارہ کیا ہے اور کہیں

انہیں وضاحت سے بیان کیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے اسباب وعلل جہاں بھی پائے جائیں گے، وہاں شریعت کے بیان کردہ احکام بھی نافذ ہوں گے، اسی طرح عقلی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ قیاس حجت ہے، یہ ثبوت دلالۃ النص سے ہے، جو قیاس کے مشابہ ہے، عین قیاس نہیں ورنہ تو دور لازم آئے گا۔''

اس کے بعد آپ نے قیاس کے حجت کے لئے یہ مشہور حدیث پیش کی ہے کہ: ''حضرت معاذؓ کو یمن بھیجتے ہوئے آپؐ نے فرمایا: اے معاذ تم معاملات کے فیصلے کس طرح کروگے، حضرت معاذؓ نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ کی کتاب کی روشنی میں، آپؐ نے فرمایا: اگر تمہیں کتاب میں یہ فیصلہ نہ ملے تو کیا کروگے، حضرت معاذؓ نے جواب دیا، اسے سنت رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں عمل کروں گا، آپؐ نے فرمایا: اگر سنت سے بھی حل نہ ہو تو کیا صورت اختیار کروگے؟ حضرت معاذؓ نے جواب دیا: اس پر خود غور وفکر کروں گا، اس پر آپؐ نے فرمایا:

"الحمدللّٰہ الّذی وفق رسول رسوله بمايرضى به رسوله"(۳۳)

''سب تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے اپنے رسول کے نمائندہ کو ایسی بات کی توفیق دی جسے اس کا رسول پسند کرتا ہے۔''

ملاجیون اپنی تفسیر میں دیگر علوم کے علاوہ قرآن مجید کے مفردات کی تشریح وتوضیح بھی فرماتے ہیں، مثلاً کلمہ عرفات کی تشریح کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

"فالعرفات جمع عرفة سميت بذلك لانها وضعت لابراهيم عليه السلام فلما ابصر ها عرفها اولانه التقى آدم وحوا فتعارفا اولان الناس يتعارفون فيها"(۳۴)

''عرفات عرفہ کی جمع ہے، وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ میدان ابراہیم علیہ السلام کے لئے بنایا گیا تھا، آپؑ نے جب اسے دیکھا تو پہچان لیا، یا یہ کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام یہاں ایک دوسرے سے ملے اور ایک دوسرے کو پہچان لیا، یا یہ کہ لوگ یہاں پر ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔''

اسی طرح کلالۃ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وهي في الاصل مصدر بمعنى الضعف استعيرت اولا للقرابة المذكورةلضعفها بنسبة قرابة الولاد ثم اطلق على المورث اوالوارث بمعنى ذى كلالة" (۳۵)

''کلالۃ دراصل مصدر ہے اور اس کا معنی ضعف ہے، یہاں ایسی قرابت کے لئے مستعار ہے جو ولادت والی نہ ہو، کیونکہ یہ قرابت ضعیف ہوتی ہے، پھر اس کا اطلاق وارث یا مورث پر ہوتا ہے، یعنی ذی کلالۃ۔''

مختصر یہ کہ ملاجیون کی مذکورہ تفسیر ایک بلند پایہ علمی کتاب ہے، جو غالباً اپنے موضوع پر واحد کتاب ہے جو برصغیر میں لکھی گئی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو!

مولوی فقیر محمد جہلمی، حدائق الحنفیہ، مکتبہ حسن سہیل، لاہور، طبع چہارم (صدی ایڈیشن) ص۴۵۴، ۴۵۵

احمد بن ابوسعید، تفسیرات احمدیہ (اردو ترجمہ، مترجم مولانا محمد احمد)، المیزان، لاہور، ۲۰۰۵ء ص،۱۶۔۱۹

۲۔ التفسیرات الاحمدیہ، مکتبہ حقانیہ، پشاور، ص،۷۴۲

۳۔ ایضاً ص۶،۷۔

۴۔ ایضاً ص۷،۸۔

۵۔ ایضاً ص۷۔

۶۔ ایضا ص۲۔۱۶

۷۔ البقرۃ،۲:۱۱۴۔

۸۔ تفسیرات احمدیہ، ص۲۶۔

۹۔ ایضاً ص۲۷۔

۱۰۔ لقمٰن، ۳۱:۶۔

۱۱۔ تفسیرات احمدیہ، ص۶۰۳۔

۱۲۔ ایضاً ص،۶۰۴، ۶۰۵۔

۱۳۔ النساء، ۴:۳۔

۱۴۔ التفسیرات الاحمدیہ، ص۲۱۴، ۲۱۵۔

۱۵۔ البقرۃ، ۲:۱۰۶۔

۱۶۔ تفسیرات احمدیہ ص۱۴، ۱۵

۱۷۔ البقرہ، ۲:۲۹۔

۱۸۔ تفسیرات احمدیہ ص۱۰، ۱۱۔

۱۹۔ زمر، ۳۹:۶۸، ۶۹۔

۲۰۔ تفسیرات احمدیہ، ص۶۴۵۔۶۴۷۔

۲۱۔ مریم، ۱۹:۷۱، ۷۲

۲۲۔ تفسیرات احمدیہ ص۵۱۶۔

۲۳۔ البقرہ، ۲:۱۴۳۔

۲۴۔ تفسیرات احمدیہ، ص۳۷۔

۲۵۔ النساء، ۴:۱۱۵۔

۲۶۔ تفسیرات احمدیہ، ص، ۳۱۶، ۳۱۷۔

۲۷۔ آل عمران، ۳:۱۸۷

۲۸۔ تفسیرات احمدیہ، ص۲۱۳۔

۲۹۔ براءۃ، ۹:۱۲۲۔

۳۰۔ تفسیرات احمدیہ، ص۴۸۲۔

۳۱۔ الحشر، ۵۹:۲

۳۲۔ تفسیرات الاحمدیہ، ص۶۹۱

۳۳۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی، السنن، کتاب القضاء، باب اجتہاد الرای فی القضاء

۳۴۔ تفسیرات الاحمدیہ، ص، ۹۶

۳۵۔ ایضاً ص، ۲۳۷